زندگی فرض ہے
صائمہ نور
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

زندگی فرض ہے

از

صائمہ نور

www.novelsclubb.com

صائمہ نور
زندگی فرض ہے
ناولٹ

گھر گھر کر آتے گھنگھور سیاہ بادلوں نے نیلے آسمان کو نظر سے اوجھل کر دیا تھا۔

ہوائیں سب کچھ تہ و بالا کرنے کے درپے تھیں، بادلوں کی گھن گرج سن کر زیبا صحن میں آئی تھی۔

فکر سے آسمان کی سمت نگاہ کی، لیکن فضا میں اڑتی ریت اور مٹی کو محسوس کرتے ہی اس نے بے ساختہ آنکھیں میچ لی تھیں۔ طوفان سی چلتی ہوا کو کسی ذی روح کا احساس کہاں تھا۔

"امی! آپ اندر آجائیں، آپ کی آنکھوں میں مٹی چلی جائے گی۔" ننھا حاشر اسے برآمدے سے صحن کی طرف کھلتی کھڑکی سے دیکھ رہا تھا۔ اور اب فکرمندی سے چلا کر بولا تھا۔ وہ مسکرائی.....

یہ سچ تھا طوفان کی مٹی آنکھوں میں چبھی تو آنکھیں کھلی رکھنا محال تھا..... لیکن اسے تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں تکلیف کے ہر احساس سے عاری ہو چکی تھی۔

وہ کرچیاں جو اسے بہت سی تکلیفیں دے کر بھی اس کی بصارت کو مزید تیز کر رہی تھیں۔

کرچیاں بھی وہ جو اس کے اپنے نہیں بلکہ کسی اور کے خوابوں کی تھیں۔ اور کسی اور کے ٹوٹے ہوئے خواب جو آپ کی ذات سے منسلک ہوں تو۔

اس نے اپنی بے ربط اور بے موقع سوچوں کو جھٹکا اور جلدی جلدی الگنی پر سے کپڑے اتارے اور اندر کی جانب بھاگی۔

دونوں بچے بھی باہر آنا چاہتے تھے، اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے انہیں سیاہ آسمان سے ڈرانا چاہا۔

وہاں اندھیرا تھا گھور اندھیرا..... آج آسمان پر..... شام سے پہلے ہی رات اتر آئی تھی۔

اسے نہیں معلوم تھا کہ آج کی رات آسمان پر نہیں اس کے دل پر اترے گی۔

☆☆☆

"امی..... مجھے بارش میں نہانا ہے....."

ننھے حاشر اور مصطفیٰ نے ماں کو صحن سے ملے ہوئے گول برآمدے میں اندر داخل ہوتے دیکھا تو وہ دونوں بھائی کھڑکی کو چھوڑ کر پھل پھل کر اپنی ماں سے فرمائش کر رہے تھے، جو اتنی ناجائز بھی نہیں تھی۔

اس نے ہاتھوں میں موجود کپڑے جو اچانک بوچھاڑ سے گیلے ہو گئے تھے۔ صحن اور برآمدے کو الگ کرتی لوہے کی سیاہ گرل پر پھیلائے تھے۔ کپڑے رکھ کر وہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہی ہو رہی تھی کہ لائٹ چلی گئی۔ زیبا اندھیرے میں راستہ ٹٹولتے ہوئے فریج کی جانب مڑی اور اوپر سے موبائل اٹھا کر ٹارچ جلائی تھی۔

"یا اللہ پتا نہیں کب آئے گی لائٹ؟" زیبا فکرمندی سے بڑبڑائی تھی۔ نگاہ برآمدے کے ایک کونے میں پڑی سلائی مشین کی جانب تھی۔ بڑے بنگلے کی رہائشی حاجرہ خاتون کے بیٹے کی شادی تھی۔ کل ہر حال میں کچھ کپڑے سی کر دینے تھے۔

"امی! بارش میں نہانا ہے۔" حاشر نے پھر وہی بات دہرائی۔

"امی! مجھے پکوڑے کھانے ہیں۔"

مصطفیٰ پیدائشی چٹورا تھا۔ بارش کے بہانے پکوڑے جو کھانے کو ملتے تھے وہ یہ موقع کبھی بھی ضائع نہیں کرتا تھا۔ زیبا مسکرائی۔

"میں پکوڑے بنا دیتی ہوں لیکن کوئی بھی بارش میں نہیں نہائے گا۔ طوفانی بارش ہے، بجلی بھی چمک رہی ہے، اللہ سے خیر کی دعا کرو۔ اور یہ بھی کہ لائٹ جلدی آجائے، مجھے کچھ کپڑے سینے ہیں۔"

"امی! آپ کتنی بور ہیں ناں..... ہر وقت سلائی کرتی رہتی ہیں آج چھوڑیں ہمارے ساتھ بیٹھیں۔" اپنی عمر سے زیادہ سمجھ دار حاشر اپنی ماں کو اداس دیکھ دیکھ کر کڑھتا رہتا تھا۔

"ہاں حاشر! چلو کچن میں چلتے ہیں۔ پھر بابا کو اٹھاتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے ذہن و دل میں کتنی ہی ایسی باتیں گھوم گئیں۔ حاشر اس کا ہی تو پرتو تھا۔ وہ بھی تو ایسی ہی تھی قدم قدم پر اپنی ماں کو کہنے والی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"امی! آپ کتنی بور ہیں، آپ کو سوائے گھر کچن اور ان پھول پودوں کے سوا اور چیز سے واسطہ ہی نہیں ہے۔"

"امی! آپ کو تو شاید پتا ہی نہیں چلتا کہ کتنے موسم گزر گئے ہیں۔ سرما کی شامیں کتنی اداس ہوتی ہیں۔ گرمیوں کی لمبی دوپہریں یادوں کے کتنے در،وا کرتی ہیں۔ خزاں کی سہ پہروں میں صحن کے وسط میں سرسراتے زرد پتے کہتے ہیں کہ زندگی پل پل بدلتی ہے۔ امی! آپ کو کیا پتا...... آپ کیوں ایسی ہیں۔"

وہ پھر سوچ کے سفر پر گامزن ہو چکی تھی۔ اسے تو یہ بہت بعد میں پتا چلا تھا کہ یہ مائیں...... یہ بھولی مائیں موسموں سے بے خبر نہیں، بے نیاز ہوتی ہیں...... جب جب موسم کروٹ بدلتے ہیں تو پہلی آہٹ وہی تو سنتی ہیں۔

زیبا کی سوچ کے دھارے پھر میکے میں جا نکلے تھے۔ ماں کا خیال آتے ہی اس کے لب مسکرانے لگے تھے۔ آنکھوں میں چمک در آئی تھی۔

"حاشر! آپ پاپا کو اٹھاؤ، میں کھانا نکالتی ہوں اور پکوڑے بھی بناتی ہوں"۔

تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے حاشر سے کہا وہ اب جلدی سے ماں کے پاس جانا چاہتی تھی۔ سوچ کے دھارے کو وہیں سے جوڑا اب وہ ہر بات کی تلافی کرے گی۔ اپنے اور ماں کے خوبصورت لازوال رشتے پر پڑی گرد کو ضرور صاف کر دے گی۔ کل جب یمنٰی سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے تہیہ کیا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ مراد اور حاشر ایک ساتھ کچن میں داخل ہوئے۔ گھر سے فون ہے تمہارے..... بے ساختہ سنبھلتے مراد نے فون آگے بڑھایا۔

"کیسے دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ اس نے بے قراری سے اپنے گیلے ہاتھ دوپٹے سے خشک کیے۔

"ہیلو"۔ زیبا نے کہا تھا اور ساتھ ہی اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی تھی۔

وہ چلانا چاہتی تھی لیکن اس کے ہونٹ ایک دوسرے میں پیوست ہو چکے تھے۔ آنکھیں وحشت سے پھٹ رہی تھیں۔ اس کا فون اس کے ہاتھ سے چھوٹا ساتھ ہی وہ بھی زمیں بوس ہو چکی تھی۔

☆☆☆

مراد نے بڑی مشقت سے زیبا کو اٹھا کے برآمدے میں پڑی چارپائی پر لٹایا، اور حاشر سے پانی لانے کو کہا۔

"زیبا زیبا! کیا ہوا خیر ہے سب؟" مراد اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

حاشر پانی لے آیا تھا۔

مراد نے زیبا کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے وہ کچھ دیر میں ہوش میں آئی تھی۔ لیکن نگاہیں ہنوز سرد و جامد تھیں۔

"کیا ہوا زیبا! گھر سے کس کا فون تھا... کیا ہوا ہے۔"

مراد نے ایک ساتھ کئی سوال کیے۔

"مراد!" زیبا کی آواز حلق میں ہی گھٹ گئی تھی...... "امی نہیں رہیں" وہ بمشکل ٹوٹے پھوٹے لفظ کہہ پائی۔

مراد نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

کچھ عرصہ ہوا تھا وہ طارق بھائی کی شادی میں ان سے ملی تھی، لیکن ایسے جیسے کسی اجنبی سے ملتے ہیں۔ انہوں نے بہت روکا لیکن وہ رکی نہیں، بچوں کے اسکول، اس کی سلائی کا حرج۔

یہ تو صرف بہانہ تھا، صرف زیبا جانتی تھی کہ وہ اپنی ماں کے سامنے جانے سے کس قدر کتراتی تھی۔ ان کے صبیح نورانی چہرے کو دیکھتے ہی اس کے اندر احساس ملامت جاگ جاتا اسے لگتا وہ ان کی مجرم ہے۔ انہوں نے تو کبھی ایک لفظ شکایت کا نہ کہا تھا۔ زیبا لیکن زیبا۔ زیبا کی تو زندگی یہی سوچ سوچ کر گزر رہی تھی۔

اس کے علاوہ ابو کے لیے دل میں شکایت ہی شکایت تھی۔

رات بھر برستی طوفانی بارش جو کسی انہونی کا ہی سندیسہ لائی تھی۔ اب تھم چکی تھی۔ موسم صاف تھا.. سورج پوری آب و تاب سے اپنے ہونے کا اعلان کر رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ آج صبح ہی کراچی جانے والی ٹرین میں سوار ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ڈیڑھ دن کی مسافت طے کر کے وہ بالآخر کراچی پہنچی تھی...... لوہے کا آہنی کتھئی دروازہ اپنا رنگ کھو چکا تھا...... لیکن میکے کا وہ دروازہ زیبا کو کسی سائبان سے کم نہ لگتا تھا۔

لیکن آج اس دروازے پر پہنچتے ہی کب سے ساکت وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔

وہ لرز رہی تھی قدموں میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ دروازہ پار کرتی۔

وہ اپنی تمام ہمت یکجا کر کے آگے بڑھی، صحن کے بیچوں بیچ اس کی ماں کا جنازہ رکھا تھا سفید کفن میں لپٹا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

زیبا کو یوں دیکھ کر اس کے ابو...... تائی امی، دوسری رشتے دار خواتین آگے بڑھیں۔ سہارا ملتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

☆☆☆

فسوں خیز سی رات تھی...... چاند ادھورا اداس نظر آتا تھا شاید اس کا بھی کوئی اپنا کہیں دور ہمیشہ کے لیے کھو گیا تھا......

زیبا اپنے برآمدے میں رکھے تخت پر بیٹھی یک ٹک چاند کو تک رہی تھی، اس نے کتنی دیر کر دی تھی یہاں آنے میں...... وہ اپنی ماں سے بہت سی دل کی باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن...... بابا ابھی سونے گئے تھے...... طارق بھائی...... روزی روٹی کے سلسلے میں دور دیس کے ہو گئے تھے...... وہ اتنے دور اور مسائل میں گھرے تھے کہ ماں کے جنازے میں بھی نہیں آ پائے تھے۔ دل کو کسی پل قرار نہ تھا...... وہ اداس تنہا چاند میں نجانے کیا کیا منظر کھوجے لگی تھی۔

قدیم طرز پر بنا چار بڑے بڑے کشادہ کمرے، کمروں کے بعد بڑا سا برآمدہ، جس کے اختتام پر محرابوں کی آرائش تھی...... پیلی سلیٹی مائل گول محرابیں جن کو پکڑ کر گول گھومتے گھومتے زیبا کا بچپن گزرا تھا...... برآمدے کے فوراً بعد چند سیڑھیاں تھیں جو صحن میں اترنے کی دعوت دیتی تھیں...... اور صحن وہ وسیع صحن جس کے کنارے پر بنی چوڑی چوڑی کیاریاں...... جن کی آبیاری زیبا کی ماں باقاعدگی سے کرتی تھیں۔

بے فکری سے دھانی آنچل لہراتی، یہاں سے وہاں گول گول چکراتی ہوئی طارق بھائی سے ضد کر رہی تھی۔

"گلی میں گول گپے والا آیا ہے، دلا دو۔" ابا سخت گیر تھے سو اسے اجازت نہ تھی کہ گلی میں قدم بھی رکھتی...... اسی لیے طارق بھائی کی منتیں کرتی نظر آتی۔

"ارے لے دے نا بچی کو......!!"

دادی جن سے اس کی کبھی نہ بنتی تھی لیکن گول گپے کی شراکت، انہیں اس کی حمایت پر مجبور کرتی۔

"دیکھ لیں امی! اگلے ہفتے سے پیپر ہیں اس کے کوئی ہوش ہے سوائے گول گپوں کے۔"

طارق بھائی پورے گھر کو یاد دلانا نا بھولتے کہ زیبا کے امتحان ہونے والے ہیں، اور سدا کی پڑھائی چور، زیبا کا پڑھائی کے نام پر برا سا منہ بن جاتا...... اور امی...... ہمیشہ کی کم گو امی پڑھائی کا نام سنتے ہی زیبا کو نصیحت کرنا نہ بھولتیں۔

"بیٹا! پڑھو گی کب؟ پیپر ہونے والے ہیں۔"

"ارے کیا فائدہ لڑکیوں کی پڑھائی کا۔ کرنا تو وہی چولہا چوکا۔"

دادی بھی پڑھائی کی اس گردان میں اپنا حصہ ضرور ڈالتیں اور زیبا کی ماں وہ ایک شکوہ کناں نظر ان پر ضرور ڈالتیں...... وہ ان کی سگی بھتیجی تھیں...... آج ان کی شادی کے انیس برس بعد بھی ان کے خیالات وہی تھے۔

انہیں کتنا شوق تھا کہ وہ پڑھتیں۔ ان کے ابا کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن ان کے ہاں، شادیاں بچپن میں ہی طے کرنے کا رواج تھا۔ اس کی بات بھی اپنی پھوپھی کے بیٹے سے طے تھی۔ پھوپھی کو اس کی پڑھائی پر شدید اعتراض تھا۔ انہیں لڑکیوں کا تعلیم حاصل کرنا سخت ناپسند تھا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ تعلیم لڑکیوں کو بڑوں کے سامنے بولنا سکھا دیتی ہے۔ بے حیا بنا دیتی ہے۔ انہوں نے سختی سے اپنے بھائی سے کہہ دیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا کہ اُسے پڑھایا تو پھر بات ختم ہی سمجھنا۔
منگنی کا ٹوٹنا ان کے ہاں گناہ کبیرہ کے زمرے میں آتا تھا۔ دادا اپنی نرمی کے باوجود ہار گئے تھے اور انہیں محض ساتویں کے بعد ہی اسکول سے اٹھالیا گیا۔
یوں ان کے دل میں تعلیم کی جائز چاہ بھی ایک حسرت بن گئی۔ جس کا انہیں شدید افسوس تھا۔ ان کا یہ افسوس ان کے شوہر، جنہیں زیبا کے والد اچھی طرح جانتے تھے۔ زیبا کی ماں نے شادی کی پہلی رات ہی اپنے شوہر سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اپنی اولاد چاہے بیٹا ہوگا یا بیٹی تعلیم ضرور دلوائیں گے۔
اور پہلی رات کے خمار میں انہوں نے بغیر سوچے سمجھے وعدہ کر بھی لیا تھا..... لیکن زیبا بھی تو اسی خاندان کا حصہ..... اسے پڑھائی سے قطعی شغف نہ تھا۔ وہ محض افسوس کر سکتی تھیں۔ سر جھٹک دیتیں لیکن دل میں کئی ملال تھے۔ زیبا ہر چیز سے بے نیاز پھر سے طارق بھائی کے پیچھے ہولی تھی۔

☆☆☆

یادوں کی پٹاری کھلی تو کتنے ہی منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔ میرون سادہ سے لان کے سوٹ میں ملبوس، وہ کافی جاذب نظر لگ رہی تھی۔ ہاتھ میں کتابیں اٹھائے ہوئے وہ دادی کے تخت کے پاس رکی تھی۔
"کہاں چلیں؟" دادی اسے تیار ہاتھ میں کتابیں تھامے دیکھ کر سمجھ تو گئی تھیں کہ وہ کہاں جارہی ہے پھر بھی چہرے پر ہزار شکنیں بچھائے ناگواری سے پوچھنا ضروری سمجھا۔
"دادی! پڑھنے جارہی ہوں۔ شازیہ آئے گی ابھی۔ اسی کا انتظار ہے۔" زیبا نے رکتے ہوئے کہا۔
اسے دادی کا اپنی پڑھائی پر اعتراض سے زیادہ شازیہ کے گھر جانے کی روک ٹوک پر اعتراض تھا۔
تب ہی دروازہ بجا ابو آج جلدی آگئے تھے۔ وہ مؤدب ہو کر بیٹھی اور سلام کیا۔
"وعلیکم السلام کہاں کی تیاری ہے بیٹا۔؟" بابا نے نرمی سے اس کی تیاری اور عجلت بھرے انداز کو نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔
"شازیہ کے گھر پڑھنے، اس کی بہن ہم سے سینئر ہے تو پڑھائی میں مدد مل جاتی ہے۔"
اس نے رسان سے بتایا، یہ اور بات وہ چھپا گئی کہ پڑھائی میں مدد کرنے والی شازیہ کی بہن نہیں بھائی تھا۔
"ٹھیک ہے بیٹا، لیکن کیا ضروری ہے کہ یوں یہاں وہاں جا کر پڑھا جائے۔"
بابا کو ویسے ہی لڑکیوں کا گھر سے باہر نکلنا زیادہ پسند نہیں تھا کہ یوں پڑھائی کے بہانے دوستوں کے گھر آنا جانا۔
"بس بابا! امتحان قریب ہیں اس لیے ورنہ کہاں جاتی ہوں۔" زیبا صحیح ہی کہہ رہی تھی۔
بابا نے سر ہلایا۔ "جاؤ اور جلدی آنا۔"
انہوں نے اندر جاتے ہوئے کہا۔
"جی بابا۔"
"موئی لڑکیوں کو کتنی آزادی ملے ہے پڑھائی کے بہانے۔" دادی منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھیں۔ زیبا نے برا سا منہ بنایا۔
بیٹا! دل لگا کر پڑھنا یہی دن ہیں مشکل کے۔ اگر دل لگا کر پڑھو گی تو بہت اچھے نہ بھی سہی پھر بھی نمبر آ ہی جائیں گے، کم از کم گریجویشن کر سکو گی۔" ماں نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔
"ہائے کیا آگے بھی پڑھے گی؟" دادی کو ایک نئی تشویش نے آن گھیرا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ماں بیٹی جواب دیتیں، طارق بھائی اندر سے نمودار ہوئے تھے۔
"چلو زیبا۔" انہوں نے بائیک باہر نکالی تھی۔
"اچھا امی! آجاؤں گی تھوڑی دیر میں۔"
"ہاں خیر سے جاؤ۔"
وہ جلدی سے طارق بھائی کے پیچھے ہولی۔

☆☆☆

طارق بھائی زیبا کو شازیہ کے گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بوگن ویلیا کی گھنی گھنی گلابی بیلوں سے ڈھکا شازیہ کا دروازہ، شازیہ نے ہی کھولا تھا۔ وہ تھوڑا جھکتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

صحن میں ہی شازیہ کی والدہ اور بڑی بہن اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ وہ انہیں سلام کر کے شازیہ کے پیچھے ہولی۔

شازیہ کا رخ اندر بنے گول برآمدے کی طرف تھا، جہاں بیٹھ کر وہ دونوں پڑھائی کیا کرتیں۔ زیبا چل تو شازیہ کے ساتھ رہی تھی لیکن اس کی نظریں یہاں وہاں، کسی کو کھوج رہی تھیں اور وہ بھی شاید زیبا کے ہی انتظار میں تھا فوراً ہی سامنے آ گیا۔

زیبا کے چہرے پر کئی دلکش رنگ لہرا گئے، وہ بھی زیبا کو دیکھ کر ایک ترنگ میں نظر آتا تھا۔ زیبا کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ سب وقتی ہے اور اس کا رشتہ اپنے تایا زاد سے طے ہے لیکن اسے یہ اجنبی راستے جو تھوڑی دیر کو ہی سہی اپنے گھر کے گھٹن زدہ ماحول سے باہر لے جاتے بہت پسند تھے۔

وہ بغیر سوچے سمجھے اس راہ پر گامزن تھی، جس پر اس کے لیے کانٹے ہی کانٹے ہو سکتے تھے وہ تو محض کچھ وقت اچھا گزارنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

کھیل سے یوں ہونے والی ملاقاتیں..... محض پانی کے بلبلے کی مانند تھیں..... نہ وہ راستہ تھیں نا ہی منزلیں..... ایک لاحاصل سی لذت تھی..... جس میں وہ دونوں ہی سرپٹ دوڑ رہے تھے۔

زیبا کے وہ دن، جن دنوں وہ امتحان کی تیاری کے لیے روز اپنی نیکی کے گھر جایا کرتی تھی۔ سرور سے گزر رہے تھے لیکن ہر بات کا اختتام ہوا کرتا ہے۔

دن پر لگا کر اڑے۔ زیبا کی پڑھائی اور امتحانوں کی معروفیت، ایک بہت ہی برے ناقابل قبول نتیجے کو لے کر سامنے آئی۔ زیبا نے دل سے پڑھنا تو دور سرے سے پڑھا ہی نہیں تھا۔ نمبر کیسے اچھے آتے رزلٹ آیا تو اسے زیادہ پرواہ بھی نہیں تھی۔ لیکن اس کی ماں، انہیں شدید رنج پہنچا تھا۔

پاسنگ مارکس لے کر پاس ہوئی تھی۔

"یہ لو کیا فائدہ اتنا وقت برباد کرنے کا اس سے اچھا تو تم کوئی اور کام کر لیتیں۔" دادی کو نمبروں کی تو کچھ سوجھ بوجھ نہیں تھی لیکن اپنی بہو کا لٹکا منہ دیکھ کر، انہیں احساس ہوا کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔

"دادی پاس تو ہو گئی ہوں نا!" زیبا بے فکر سے جارحانہ لہجے میں بولی تھی۔

"کون سی کلیکٹر لگ جاتی تو۔" دادی نے منہ بنا کر کہا۔

"زیبا! روٹی بنا دو بیٹا!" امی تھکی ہاری برآمدے میں بچھے تخت پر آ کر بیٹھی تھیں۔

دادی کے برعکس انہوں نے زیبا سے کوئی شکایت نہ کی تھی بلکہ وہ مزید خاموش ہو گئی تھیں۔

"اتنی گرمی ہے امی! آج بازار سے روٹی منگوا لیں۔" زیبا کے لہجے میں شدید بیزاری تھی۔

"نہیں بیٹا! تمہارے ابو کہاں کھاتے ہیں بازار کی روٹی۔" امی نے کہا۔

"اونہہ! ابا کون سا آپ کا احساس کرتے ہیں..... ابھی آ کر آپ کو بتائیں گے کہ آج آپ نے کہاں کہاں کیا کیا غلطی کی۔"

زیبا نے آنکھیں سکیڑ کر کہا وہ اپنے باپ کی نکتہ چیں عادت سے سخت بیزار تھی۔ امی خاموش رہیں۔

"آپ ہی ان کی فکر میں گھلی جاتی ہیں۔" زیبا نے پھر ناگواری سے کہا۔

"بیٹا! اگر تمہارے ابو کبھی کسی بات پر کچھ کہہ بھی دیتے ہیں تو کیا ہوا، ہمارا کتنا خیال بھی تو کرتے ہیں۔ اور کون رکھ سکتا ہے بھلا اتنا خیال۔" امی کے لہجے میں اپنے شوہر کے لیے محبت اور عاجزی تھی۔

"ہائے اس کی زبان دیکھو، دن بہ دن لمبی ہوتی جا رہی ہے یہ کالج جانے کا نتیجہ ہے سارا۔"

دادی نے بہو بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پوتی کو سرزنش کیا۔

امی نے گفت سے دونوں دادی پوتی کو دیکھا۔ زیبا روٹی بنانے کچن میں چل دی تھی۔ صبح سے ہی بادلوں نے پورے آسمان کو گھیرا ہوا تھا۔

"امی مجھے شازیہ کے گھر جانا ہے۔"..... اتنے سہانے موسم میں زیبا کو اپنے گھر میں جہاں بوڑھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دادی اور ماں کے علاوہ ایک بھائی اور باپ تھا۔ بہت بوریت ہو رہی تھی۔

"بیٹا! موسم بہت خراب ہے۔ یہ کوئی وقت ہے کہیں جانے کا۔"

"امی ابھی تو وقت ہوتا ہے، دوستوں میں جانے کا۔" زیبا کے ذہن کے پردے پر وہ دل نشین چہرہ تھا۔ کتنے دن ہو گئے تھے، اس کی ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔

اتنے میں دروازہ بجا..... دروازے پر تائی امی اور ان کا فیض تھا۔ عذرا فوراً الرٹ ہو گئیں۔ دادی بڑی بہو اور پوتے کو دیکھ کر خوشی سے نہال تھیں۔ وہ بہت ہی کم کہیں آتی جاتی تھیں۔ وہ بارش کی مناسبت سے پکوڑے اور سموسے وغیرہ لائی تھیں، انہوں نے خاکی لفافے اپنی دیورانی کے ہاتھ میں پکڑائے۔

زیبا نے اپنی تعصب کی پٹی کھول کر کبھی غور ہی نہیں کیا تھا کہ فیض اور تائی جان، باقی خاندان کی نسبت کچھ مختلف تھے۔ شاید امی کی طرح تائی امی کے دل میں بھی بہت سی خواہشات نا آسودہ تھیں۔ جن سے آنکھ چرا کر انہوں نے، منفی رخ اختیار کرنے کے بجائے خود کو مثبت راستے پر گامزن کیا تھا۔

"ارے اس کی کیا ضرورت؟" تبھی عذرا نے کہا۔

"کیوں نہیں تھی..... اتنا پیارا موسم ہے میں نے سوچا سب مل کر لطف لیں گے۔" وہ خوش اخلاقی سے گویا ہوئیں۔ زیبا نے منہ بنایا اب وہ کہاں کہیں جا سکتی تھی۔

فیض حسب معمول سر جھکا کر بیٹھا تھا، وہ بہت محنتی تھا گریجویشن کرنے کے ساتھ ساتھ وہ پارٹ ٹائم مکینک بھی تھا اور اچھا خاصا کما لیتا تھا۔

اس نے بھی زیبا کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ آج نہیں تو کل اس کی ہی تو تھی۔

پتا نہیں زمانے کی ہوا تھی یا جب سے سہیل کی رنگین مزاجی دیکھی تھی، اسے فیض ایک آنکھ نہ بھاتا اور زیبا کو اس کی یہ شرافت بہت ہی بری لگتی۔ کچھ بھی تھا۔ کچی عمر کے کچے گھروندے سے خواب جو صرف خود نہیں ٹوٹتے، جب ٹوٹتے ہیں تو آپ کے وجود کو بھی توڑ دیتے ہیں۔

☆☆☆

زیبا بہت خوش تھی، آج اس نے صبح سے ہی ارادہ بنا رکھا تھا کہ وہ ہر حال میں شازیہ کے گھر جائے گی۔ وہ کالج سے واپس آئی تو بڑی دل جمعی سے گھر کے ہر کام میں حصہ لیا..... کچھ دیر آرام کیا پھر سہ پہر تک اس کی بے قراری عروج پر پہنچ چکی تھی۔

"امی! آج شازیہ کے گھر جاؤں، مجھے بہت ضروری کام ہے۔"

آج زیبا کے ابو کسی کام کے سلسلے میں حیدر آباد گئے ہوئے تھے، رات دیر تک ان کی آمد متوقع تھی۔

"ہاں چلی جاؤ لیکن جلدی آنا۔" عذرا نے اپنی سادگی میں، بغیر کسی حیل وحجت کے اسے اجازت دی تو وہ خوشی سے ان سے لپٹ گئی۔

اگر ان کی جگہ کوئی اور ماں ہوتی تو وہ ضرور اس کی خوشی، خلاف معمول چستی اور تیاری دیکھ کر ٹھٹھک جاتی ماؤں کو اتنا سادہ نہیں ہونا چاہیے۔

اگرچہ بعد میں کئی بار زیبا کو خود رہ رہ کر اس خیال نے ستایا کہ کاش، اس دن اس کی ماں نے اسے اجازت نہ دی ہوتی۔ طارق نے زیبا کو شازیہ کے دروازے پر چھوڑا۔

وہ حسب معمول شازیہ اور اس کی بہن سے ملی پھر وہ شازیہ کے ساتھ اندر چلی گئی۔

"تم بیٹھو میں چائے چولہے پر رکھ کر آئی۔" شازیہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

زیبا ابھی اس کو ڈھونڈ ہی رہی تھی کہ وہ سامنے سے آ گیا۔ زیبا نے بے اختیار سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دے کر بیٹھ گیا۔

"کیسی ہو؟ آج بڑے دن بعد آئیں؟"

"نکل نہیں سکی تھیں۔" سہیل نے نظروں ہی نظروں میں زیبا سے کچھ کہا، وہ بری طرح جھینپ گئی۔ آج سہیل کے انداز زیبا کو یکسر بدلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

پتا نہیں اتنے دن کی دوری تھی یا اب وہ کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بری طرح فریفتہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہورہا تھا۔ زیبا، سہیل کی یہ بے باکی اور والہانہ پن دیکھ کے اب کنفیوز ہورہی تھی۔ یہ کہاں سوچا تھا اس نے کہ اگر سہیل نے پیش رفت کی تو اس کے بعد کیا کرے گی۔ کیا وہ سہیل سے کوئی اور تعلق رکھ پائے گی؟ اس کا دل دھڑک گیا۔

"میں ابھی آئی۔" وہ یہ کہہ کر شازیہ کے پاس چلی گئی۔

سہیل نے کافی دیر انتظار کیا وہ نہیں آئی تو کچھ سوچ کے اس نے ایک صفحہ کاپی سے علیحدہ کیا اور بہت تفصیل سے خط لکھا جس میں اس نے اپنی تمام تر بے چینیوں سے اسے آگاہ کیا۔ خط کو اس نے وہیں دھری زیبا کی کتاب میں رکھ دیا۔ زیبا دوبارہ آئی تو سہیل وہاں موجود نہیں تھا۔ زیبا ابھی دیکھ ہی رہی تھی کہ شازیہ آ گئی اس کے ہاتھ میں شام کی چائے کے لوازمات تھے۔

"یار، یہ کیا اتنا تکلف؟" زیبا نے اشتہا انگیز خوشبو اپنے اندر اتارتے ہوئے کہا۔

"یار! آج باجی نے بڑا بنایا تھا، بہت زبردست بنا ہے آؤ جلدی سے ہاتھ دھو کر آ جاؤ۔" شازیہ نے کہا تو زیبا باہر صحن میں لگے واش بیسن کی طرف مڑ گئی تاکہ ہاتھ دھو سکے۔

وہ دونوں اب سب کچھ بھلائے دنیا جہان کی باتوں میں مگن تھیں۔ چائے کا آخری گھونٹ بھرا ہی تھا کہ زیبا کا موبائل بجا۔ طارق بھائی کی کال تھی وہ شاید اسے لینے آن پہنچے تھے۔

زیبا نے جلدی سے چائے کا کپ رکھا کتابیں اٹھائیں اور کھڑی ہوگئی۔

"آج تو وقت کا پتا ہی نہیں لگا۔" زیبا کہتے ہوئے شازیہ سے الوداعی کلمات ادا کررہی تھی۔

دونوں نے آج خوب انجوائے کیا تھا اور زیبا کی کتابیں جیسی گئی تھیں۔ ویسی ہی واپس آرہی تھیں۔ انہوں نے آج کتاب کھولی تک نہیں تھی۔

☆☆☆

زیبا گھر پہنچی تو گھر میں خلاف توقع گہما گہمی تھی۔ ابو حیدرآباد سے آ چکے تھے۔ دادی اور ابو تخت پر براجمان راز و نیاز میں مصروف تھے۔ زیبا اس بات سے انجان تھی کہ اس کی کتابوں میں کاغذ کا ایک ایسا ٹکڑا موجود ہے جو۔ اس کے پرخچے اڑانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ زیبا بھی وہیں بیٹھ گئی۔

"زیبا! جا کر کپڑے وغیرہ تبدیل کرلو۔ پھر کھانا لگاتے ہیں۔"

عذرا نے چائے کے کپ سفید پھول دار میز پوش سے ڈھکی میز پر سے اٹھائے اور ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا۔

"جی امی! آج تو شازیہ نے اتنا کچھ کھلا دیا کہ کچھ کھانے کی ہمت نہیں۔"

زیبا نے کہا اور ان کے ہاتھ سے ٹرے لے کر خود کچن کی جانب چل دی۔

اب وہ کچن میں موجود پتیلی کا ڈھکن اتارتے ہوئے مینیو چیک کررہی تھی۔

دال چاول دیکھ کر ویسے ہی اس کی بھوک اڑ گئی تھی۔

"رضیہ کہہ رہی تھی، اسی مہینے تاریخ رکھ لے گی۔" دادی نے پاس بیٹھے بہو اور بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی بہو کی بات بتائی۔

"اچھا اماں! انٹر تو کر لے زیبا، کیا جلدی ہے۔"

پتا نہیں ابا نے یہ کیسے بولا تھا۔ دادی حیران رہ گئیں۔

"اے تو کب سے ان ماں بیٹیوں کے رنگ میں رنگ گیا؟ کیا کر لے گی پڑھ کر؟"

"شکر کر گھر بیٹھے اتنا نیک شریف، لائق سا لڑکا مل رہا ہے جبکہ لڑکی بھی قبول صورت ہے۔ کوئی ایسے قابل ذکر گن بھی نہیں۔ ناشکری نا کر۔"

دادی نے صاف گوئی کی انتہا ہی کردی تھی۔ زیبا جز بز ہی ہو کر رہ گئی۔

"پڑھائی پر تو موئے کتنے سال برباد ہو جائیں گے، کیا خبر، لڑکیوں کی عمر نکلتے کیا دیر لگتی ہے بیسی اور تیسی (یعنی بیس کی ہوئی اور بس پلک جھپکتے عمر نکلی۔"

اماں کو تو پڑھائی کے نام سے ہی الجھن ہوتی تھی۔ جیسے تعلیم حاصل کرنا بہت ہی بری یا قابل گرفت بات ہو۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اماں! ایک ہی چیز تو مانگی ہے تمہاری بہو نے ساری زندگی میں...... کہ بیٹی کو کم از کم انٹر کرنے دو۔ میں اس کی یہ بات ضرور پوری کروں گا۔ آپ بتا دیجیے گا بھابھی کو انٹر کے امتحان ہونے ہی والے ہیں۔ پھر جب چاہے لے جائیں بھابھی زیبا کو کہاں منع کیا ہے ان کی ہی تو امانت ہے۔ بس امتحان بھی سر پر ہیں۔"

انہوں نے بے لچک دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

دادی کچھ بول ہی نہ سکیں۔

زیبا! ان کے خیالات سن کر آگے بڑھی۔ اسے اپنے ابا کے متعلق اپنے خیالات پر کچھ کچھ شرمندگی محسوس ہوئی۔

"آؤ زیبا! بتاؤ امتحان کب ہیں؟" انہوں نے زیبا کو دیکھا تو پکار لیا۔

زیبا بھی آ کر ان کے پاس بیٹھ گئی اور بتانے لگی کہ کب سے پیپر شروع ہونے والے تھے، وہ بتا رہی تھی کہ عذرا بھی وہیں آ گئیں......

"بھئی ماشاء اللہ میری بیٹی اتنی موٹی موٹی کتابیں پڑھ سکتی ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے میز پر دھری چند کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھائی۔

جیسی حوصلہ افزائی وہ آج کر رہے تھے کاش پہلے کبھی کر دیتے تو زیبا، زیادہ نہیں تھوڑی تو سنجیدہ ہو ہی جاتی پڑھائی میں۔ زیبا مسکرائی تھی اس بات سے بے خبر کہ کیا ہونے والا ہے انہوں نے کتاب کھولی صفحے الٹ پلٹ کیے کہ ایک صفحہ نیچے گر گیا۔

انہوں نے وہیں جھک کر وہ صفحہ اٹھا لیا۔

زیبا کو ہلکا سا شائبہ تک نہ تھا کہ وہ کیا ہو سکتا ہے۔

انہوں نے وہ صفحہ واپس رکھتے رکھتے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور یکدم جیسے ان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"یہ کیا بکواس ہے زیبا؟" وہ وہیں بیٹھے بیٹھے دھاڑے...... ان کی آواز غصے سے پھٹی جا رہی تھی۔

زیبا اور عذرا دونوں سہم سی گئی تھیں۔ دادی بھی بڑے غور سے اس صفحے کو دیکھنے لگیں۔

"تو یہ ہوتی ہے وہاں پڑھائی...... کون ہے یہ بے غیرت؟"

وہ تھوڑی دیر پہلے والے ابو سے یکسر مختلف نظر آ رہے تھے۔

وہ آگے بڑھ کر زیبا پر ہاتھ اٹھانے والے ہی تھے کہ دروازے سے تائی امی اور طارق بھائی اندر داخل ہوئے ساتھ ان کا چھوٹا بیٹا بھی تھا۔ وہ دونوں بھی حیرانی سے سب دیکھنے لگے۔

"ابو! مجھے علم نہیں۔" اس کی آواز جیسے کنویں سے برآمد ہوئی تھی۔

"جھوٹ بولتی ہے بکواس کرتی ہے۔ بے غیرت۔ کب سے چل رہا ہے یہ چکر؟ خبردار جو آئندہ پڑھائی کا نام لیا...... ٹانگیں توڑ دوں گا۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے بال پکڑے۔

"بھائی جان!" تائی امی آگے بڑھیں۔

"دیکھ لیا نتیجہ، تم دونوں کی ضد تھی کہ یہ پڑھے گی۔ دیکھ لیے کرتوت اس کے، یہ پڑھائی کی اس نے۔"

وہ اب زیبا کو چھوڑ کر بھاوج اور بیوی سے مخاطب تھے۔ "اور تم یوں بے خبر رہیں جوان بیٹی کی حرکتوں سے کہ کیا گل کھلا رہی ہے یہ پڑھائی کے بہانے۔ رضیہ بھابھی چاہو تو ابھی تاریخ لے لو اور رخصت کروا لے۔ میں اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔"

وہ پھر دھاڑے، اس کی کتابیں لے کر انہوں نے وہیں رکھی، جس سے جلا ڈالی تھیں۔ زیبا کی نگاہوں میں اس اچانک افتاد سے سراسیمگی تھی۔ وہ خوف اور احساس ذلت سے سفید ہو رہی تھی۔ اس کی ماں کی نگاہوں میں شکایت تھی، اذیت تھی۔

دادی کی آنکھوں میں غرور تھا جیسے انہیں تو پہلے ہی سب کچھ پتا تھا۔

تائی امی بے چارگی سے بیٹھی تھیں۔

امی کی طرف ہمدردی سے دیکھتی تھیں۔

ابو نے جلتی ہوئی کتابوں پر ٹھوکر ماری اور وہاں سے بکتے جھکتے چل دیے۔

امی نے زیبا سے کچھ نہیں کہا۔ کاش وہ کچھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہتیں۔ وہ چپ رہیں۔

"زیبا میرے بچے! یہ کیا کیا تو نے؟" تائی امی بہت آہستہ آواز میں افسوس سے بول رہی تھیں۔ "تجھے پتا ہے ان کتابوں کو پڑھنے کے لیے ہم کتنا ترستے تھے۔ یہ کتابیں کہیں ملیں اس لیے کہ ہم نے کبھی اپنے لیے نہیں آواز نکالی لیکن ہم نے اپنے حصے کی لڑائی لڑی تمہارے لیے تاکہ تم ہماری طرح ان پڑھ نہ رہ سکو۔"

"زیبا! تعلیم ہمارے لیے عیاشی نہیں سہولت تھی، ضرورت تھی۔ تمہیں پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ سب کو نہیں ملتا میرے بچے..... تجھے پڑھنا چاہیے تھا..... تجھے پڑھنا چاہیے تھا..... یہ تعلیم کی سہولت سب کو نہیں ملتی میرے بچے! تو نے اپنا کتنا نقصان کیا تجھے نہیں معلوم تجھے نہیں علم۔"

ان کے پست لہجے میں صدیوں کا ملال تھا۔ وہ ایسے کف افسوس ملتی تھیں جیسے یہ حادثہ ان کے ساتھ پیش آیا ہو۔

"تائی امی!"..... زیبا نے اپنی صفائی میں بولنا چاہا تو زبان جیسے گنگ تھی۔ "تائی امی! میں نے کچھ نہیں کیا....." وہ بولنا چاہتی تھی لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا۔

ہاں یہ سچ ہی تو تھا کہ اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔

ذرا سی لغزش ضرور ہوئی تھی..... زیبا کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ سہیل اس کو یوں خط لکھے گا..... بتائیے۔ وہ تو سوچتی تھی کہ تھوڑا سا وقت اچھا کٹ جاتا ہے۔ وہ اپنے گھر کے گھٹے ہوئے ماحول سے سخت نالاں تھی۔

لیکن اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس گھٹن زدہ ماحول کے باوجود، اسے پڑھنے کی اجازت تھی۔

ایک روزن تو اس کے لیے کھلا تھا اور اگر وہ سمجھ دار ہوتی تو اس کھلے روزن سے خوب فائدہ اٹھاتی..... اس ذرا سے روزن سے نظر آتا آسمان بے کراں اور وسیع تھا۔

وہ چاہتی تو اس آسمان سے اتنی روشنی اندر اتار لیتی کہ اس کی اگلی کئی نسلیں تعلیم کی اس روشنی میں نہال ہو جاتیں۔ لیکن اسے پڑھنا مشکل لگا..... ہر اچھا اور سچا راستہ مشکل ہوتا ہے..... لیکن جہاں وہ راستہ ختم ہوتا ہے وہاں سے ہی سہل راستہ شروع ہوتا ہے، نسبتاً آسان پرسکون..... لیکن ہر چیز کا وقت ہوتا ہے اور اب وقت گزر گیا تھا..... اب کچھ بھی کہنا سننا بے کار تھا۔

وہ کہتے کہتے چپ ہو گئی کیونکہ کچھ بھی تھا..... اسے پڑھنا پسند نہیں تھا..... اسے آسان چیزیں پسند تھیں، جو چیزیں دکھتی ہوتی ہیں لیکن جن کے نتائج کٹھن ہوتے ہیں اور زندگی بھر بھگتنے پڑتے ہیں۔

تائی امی تو ابو کو یقین دلا کر کہ کچھ نہیں بگڑا وہ مناسب وقت دیکھ کر اور گھر والوں سے مشورہ کر کے تاریخ طے کرنے جلد آئیں گی، چلی گئی تھیں لیکن وہ..... وہ تو زمین میں گڑ گئی تھی۔ کچھ کیے بغیر..... غلطی ضرور ہوئی تھی لیکن سزا بہت ہی سنگین کی تھی..... اور سزا کی مدت بھی اسے معلوم نہیں تھی۔

تقدیر جب سزا دیتی ہے تو وہ جرم نہیں دیکھتی کہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ تقدیر کے ہاں یہ پیمانہ ہی نہیں ہے۔ بعض دفعہ چھوٹے سے جرم کی سنگین سزا، اس لیے بھی ملتی ہے کہ مجرم کو زندگی بھر ملنے والا ستی یاد رہے۔

وہ گھر میں سب سے کٹ سی گئی۔ کسی کے سامنے نہیں آتی تھی نہ ہی کوئی اس کے بارے میں پوچھتا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ خود کو کہیں غائب کر لے۔

اس کی ماں نے اس سے کوئی شکایت نہیں کی بلکہ انہوں نے تو اس سے بات ہی نہیں کی۔ وہ ان سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن کیا کہتی، وہ کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔

وہیں کچھ بہتر دنوں کے انتظار میں ایک اور برادون طلوع ہوا..... جب تائی امی نے شرمندگی سے بتایا کہ فیض نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی سیاہ بختی کی بات تو صرف ان لوگوں کو معلوم تھی اس منحوس دن، تائی امی کا چھوٹا بیٹا عزیر بھی ساتھ ہی تھا اسی نے اپنے بھائی کو سب بتا دیا تھا۔ فیض کو ایک ان پڑھ بیوی تو گوارا تھی لیکن بدکردار نہیں۔ زیبا کا بس نہیں چلتا تھا کہ زمین پھٹتی اور وہ اس میں سما جاتی۔

خاندان بھر کو علم تھا کہ تائی امی اور اس کی ماں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے مابین مثالی دوستی تھی، پھر کیا ہوا جو یوں سب اچانک ختم ہو گیا۔ سب حیران تھے۔ ضرور کوئی بڑی بات ہوگی سب قیاس آرائیاں کرتے۔

اسی اثناء میں دور پرے کی ابو کی کزن، جو پہلے بھی چاہتی تھیں زیبا کے لیے جھولی پھیلائے آن پہنچیں۔ مراد پڑھا لکھا نہیں تھا، ابھی سی شکل تھی بس باپ کے مارے باندھے، چھوٹے سے کاروبار میں ساتھ لگا ہوا تھا۔ رشتے کو غنیمت ہی سمجھا گیا۔

زیبا شادی نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اب وہ کچھ بولنے کے قابل ہی کہاں تھی۔ وہ سوچتی کیا سب غلطیاں کرنے والوں کو ایسے ہی سزا ملتی ہے؟ شاید سب کو نہیں لیکن کچھ لوگ، اتنے بدنصیب ہوتے ہیں کہ ان کی ذرا سی غلطی بھی لوگوں کی نظر میں بہت بڑا جرم بن جاتی ہے، ناقابل تلافی بن کر جس کی سزا انہیں پل پل کاٹنی پڑتی ہے زندگی بھر......!!

زیبا کو اس سارے معاملے میں سراسر اپنا آپ قصوروار لگتا۔

اس کی ماں، اس کی بھولی ماں جس سے وہ ہمیشہ شکایت کرتی...... آج وہ اس قابل بھی نہیں رہی تھی کہ سر اٹھا کر، ماں سے کوئی بات ہی کر پاتی۔

وہ تو پہلے بھی بہت خاموش اپنے ہی خول میں بند رہنے والی تھیں...... اب تو جیسے وہ ایک پتھر کی سل بن چکی تھیں۔

دن رات موقع بے موقع، دادی اور ابو سے انہیں طعنے سننے کو مل رہے تھے۔

"یہ تھی تعلیم کی اہمیت یہ تھی تمہاری تربیت۔"

اس کا دل چاہتا وہ کہے میری ماں کو کچھ نہ کہو۔ یہ اس کی تربیت نہیں یہ تو میری اپنی غلطی تھی، میرا اپنا کرم تھا۔

زیبا کی بات طے ہو گئی تھی۔ رخصتی قریب تھی۔ مایوں کا دن تھا۔ سہ پہر لگتی تھی کوئی خون آشام قہر آلود بدروح جیسی۔ اسے ابٹن لگایا جا رہا تھا۔ اس کی ماں نے بھی آگے بڑھ کر رسم کی تھی اس کا دل چاہا، انہیں تھام لے، بتائے ان سے بات کرے لیکن وہ زیبا کو دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اسے گلے لگایا۔

"سسرال جا رہی ہو خیال رکھنا.. کوئی غلطی نہیں کرنا غلطی کی گنجائش نہیں دیتی یہ دنیا۔" انہوں نے نہایت آزردگی سے کہا اور جیسے ضبط ٹوٹ گیا۔"

دونوں ماں بیٹی زارو زار روئیں۔ در و دیوار ہل گئے۔ سب دکھ سے دیکھ رہے تھے، کوئی نہیں جانتا تھا... یہ رونا صرف جدائی کا نہیں ... سدا کی بے حس دادی کی بھی آنکھیں اشکبار تھیں۔

☆☆☆

وہ بیاہ کر جس آنگن میں آئی اس میں اور اس کے گھر کے آنگن میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا۔ دونوں ہی متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔

نئی نئی بیاہتا کے چاؤ چونچلے صرف ایک دن ہی مشکل سے اٹھائے گئے۔

دوسری شام ہی، اس کی سخت گیر ساس نے شادی کو روٹین کا ایک حصہ بتاتے ہوئے اسے آلو قیمہ پکانے کا حکم دیا ساتھ روٹیاں ...

مراد بے نیاز بنا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ زیبا کچن میں آئی اور کچن سے پیاز کاٹنے لگی۔ وہ اس گھر میں پوری دل جمعی اور اچھی نیت سے بسنا چاہتی تھی۔ وہ ذرا سی بھی غلطی نہیں کرے گی حتیٰ کہ نیتوں کے ہیر پھیر کی بھی۔ وہ سمجھ گئی تھی...

"ہمیں لگتا ہے کہ ہم مستحق نہیں تھے کسی ناروا سلوک کے.. کسی ناکامی کے.. جبکہ "وہ"... ہماری نیت کے ہیر پھیر وتولہ تولہ ماشہ ماشہ جانتا ہے"

قیمہ تو اس نے بنا لیا تھا لیکن روٹی ... ایسا نہیں تھا کہ اسے روٹی بنانی نہیں آتی تھی۔ آتی تھی لیکن وہ مشاق نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے بسم اللہ کر کے روٹی پکانی شروع کی۔

نتیجہ وہی تھا۔ وہ اچھے نقشے بنا رہی تھی، پھر بھی اس نے ہمت نہیں ہاری، وہ کوشش کرتی رہی۔ بڑے سے دسترخوان پر دو نندیں، ایک جیٹھ، جٹھانی ان کے پانچ بچے، دو چھوٹے دیور، ساس سسر سمیت پوری سسرال موجود تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے ڈرتے ڈرتے کھانا دسترخوان پر چنا۔

پہلی روٹی، ساس امی نے نکال کر سسر کو دی تو انہوں نے روٹی کو کئی زاویوں سے گھورا...... غنیمت تھی کہ خاموش رہے۔ لیکن ساس نندیں، جٹھانی اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکیں۔ وہ ہنسے جاتی تھیں۔

زیبا شرم میں ڈوبے ہوئی تھی، ان کے رویوں کو سمجھنے کی کوشش میں ہلکان تھی۔

پھر روٹیوں کی اس پر اسراریت کو مراد نے توڑا "روٹی بنانی نہیں آتی؟ گھر والوں نے کچھ سکھایا نہیں؟ اتنی پڑھی لکھی بھی نہیں ہو...... کیا کیا اتنی عمر میں......!"

اپنے تئیں معمول کی بات کہتے مراد جیسے اپنا فرض پورا کر چکا تھا۔ زیبا کو لگا اس کو پہلے سکھایا جا چکا تھا کہ تنقید کرنا اس کی ذمہ داری تھی۔

اب وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا اور آرام سے کھانا کھا رہا تھا۔

سب نے روٹی کا تماشا کیونکہ پرفیکٹ نہیں تھی لیکن اشتہا انگیز خوشبودار، بھنا ہوا مسالے والا ہری مرچ اور ہرے دھنیے سے سجا قیمہ کسی کی نظر میں نہیں آیا۔

"اب روٹی کی گولائی میں ایسا بھی کیا رکھا ہے......" زیبا نے گردن اٹھا کر دیکھا...... موٹا سا چشمہ پہنے، سیخ سلائی جیسی اس کی بڑی نند نے کہا تھا۔

یوں تو زیبا کو وہ بھی ہنستے ہوئے، ان لوگوں سے مختلف نہیں لگی تھی لیکن اس وقت وہ زیبا کو بہت بھلی لگی۔

"کھائی ہی تو ہے...... کیوں ابو......؟" سیما نے اپنے ابو، زیبا کے سسر کو پکارا۔

"ہاں۔" انہوں نے مارے باندھے کہا جیسے روٹی کی گولائی زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ سیما کی دل جوئی کے باوجود زیبا کی بھوک اڑ چکی تھی لیکن کھانا تو اسے کھانا ہی تھا۔

بابل کے آنگن میں اس کی ٹیڑھی میڑھی روٹی کو بھی سند حاصل تھی۔ میکے کا خیال آتے ہی بے اختیار آنکھیں بھیگ گئیں، اس نے جلدی سے آنکھوں کے کونے صاف کیے۔

گزرتے شب و روز میں اس نے دیکھا......

مراد عام شوہروں جیسا ہی تھا، بالکل ویسا ہی جیسے شوہر ہوتے ہیں......

تھوڑا سیدھا، زیادہ ٹیڑھا۔ تھوڑا خوش مزاج، زیادہ تنک چڑا۔ تھوڑا مطلبی، تھوڑا دل جوئی کرنے والا۔

بس ٹھیک ہی تھا۔ اس نے بھی کہاں زندگی سے کچھ زیادہ مانگا تھا۔ اور اب تو اسے، بالکل ہی کوئی خواہش باقی نہ رہی تھی۔

سسرال بھی ویسا ہی تھا جیسے سسرال ہوا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اب کسی کو بھی خود سے شکایت کا موقع نہیں دے گی کسی بھی صورت۔

☆☆☆

سسرال آئے اسے دو برس ہونے کو آئے۔ جاڑے سے بہار...... بہار سے گرمی، گرمی سے خزاں، کتنے ہی موسم بدلے، اس کے میکے میں سب خیریت تھی۔

ماں اسے بلاتی، دادی دہائیاں دیتی لیکن اس نے قسم کھائی تھی اب وہاں کا رخ نہیں کرے گی۔ دل میں خلش رہ گئی، پھانس سی گڑی تھی۔

مانا غلطی ہوئی لیکن کیا میری غلطی اتنی بڑی تھی کہ یوں دیس نکالا ہی دے دیا گیا آنا فانا...... وہ دوسرے شہر میں تھی۔

جٹھانی پوچھتی۔ نندیں، ساس کہتیں گھر ہو آؤ۔ دو سال سے نہیں گئی، وہ مراد پر ڈال دیتی۔ "مراد جانے نہیں دیتے۔" اور واقعی مراد اسے جانے نہیں دیتا تھا اور وہ اس بات پر ہزار بار شکر ادا کرتی۔

وہ جیسا بھی تھا اس سے پیار کرتا تھا، پرواہ کرتا تھا۔ اس کے لیے یہی بہت تھا۔

☆☆☆

نسبتاً پرسکون رواں ندی کی مانند گزرتی زندگی نے پھر کروٹ بدلی...... جب مراد کا ایکسیڈنٹ ہوا۔

اس ایکسیڈنٹ نے ایک بار پھر زیبا کی زندگی تہ و بالا کر دی۔ حادثے میں مراد کی ایک ٹانگ اتنی بری طرح کچلی گئی کہ کاٹنا پڑی اور جسم کا ایک حصہ مفلوج ہو گیا۔ وہ کام کاج تو کجا ہلنے جلنے کے بھی

قابل نہ رہا۔

زیبا پر جیسے قیامت ٹوٹی تھی۔

وہ اپنے آپ میں مگن، سب سے لاتعلق ایک خول میں بند زندگی کاٹ رہی تھی لیکن زندگی کو اس کی یہ بے نیازی پسند نہیں آئی تھی، سو اسے بری طرح جھنجھوڑ ڈالا۔

وہ اب اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ دو جانیں اور تھیں۔ اسے ہمت کرنی ہی تھی۔ اس ناگہانی افتاد پر اس کا سارا میکہ اس سے ملنے آیا تھا۔ وہ وقت آیا تھا کہ کسی کو کوئی گلہ شکوہ یاد نہیں رہا۔

طارق بھائی اور ابو نے اس سے کہا کہ وہ ان کے گھر چلے، وہ اس کی اور اس کے بچوں کی دیکھ بھال کریں گے مراد کا علاج بھی بہتر ہو سکے گا۔

"نہیں طارق بھائی! اب تو مر کر ہی اس گھر سے نکلوں گی۔" گالوں پر لڑھکتے آنسو صاف کرتے ہوئے وہ بولی تھی۔

طارق بھائی نے بھی آنسو ضبط کرتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

☆☆☆

زیبا کے شب و روز کے علاوہ سب کچھ معمول پر تھا۔ مراد پہلے بھی، اپنی فیملی کے چھوٹے موٹے پھلوں کی آڑھت کے کام میں ہاتھ بٹاتا تھا۔ مین کاروبار باپ اور بھائی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ قناعت پسند تھا یا کام چور پھر بھی ایک مخصوص تنخواہ ہر ماہ گھر آتی تھی۔ اب وہ بھی نہیں رہی تھی۔

زیبا تو اس کی خدمت میں جتی تھی، ہوش تب آیا جب حاشر اور مصطفیٰ کے اسکول کی فیس چار ماہ اوپر چڑھی۔ یک دم وہ پریشان ہو گئی۔ کیا کرے کیا کرے۔

"ابو سے بات کرتی ہوں" اس نے سر سے بات کرنے کی ٹھانی۔

"ابو!" وہ کام سے آ کر ٹی وی کے آگے بیٹھے تھے جب زیبا آئی۔

"ہاں بیٹا! کہو۔" انہوں نے ٹی وی کی آواز کم کی۔

"ابو وہ بچوں کی چار ماہ کی فیس جمع ہو گئی ہے۔"

"اچھا۔" انہوں نے فکر مندی سے بھنویں سکیڑیں۔

مراد کے علاج میں پانی کی طرح پیسہ بہا تھا، وہ تو بھول ہی گئے تھے کہ مراد کے دو اسکول جانے والے بچے بھی ہیں۔

"دو مہینے کی ابھی لے لو پھر اگلے مہینے لے لینا۔"

"جی ابو۔" اس نے سر جھکا کر کہا۔

زیبا نے آج نہایت مجبوری میں ہاتھ پھیلایا تھا اور پھر تو جیسے گھر بھر کو ادراک ہو گیا کہ وہ ان کی محتاج ہے۔

گھڑی گھڑی اس کے نام کی پکار گھر میں گونجنے لگی۔ جیسے اس کے بغیر گھر کے تمام کام ادھورے رہیں گے وہ گھن چکر بنی رہتی۔

مراد مسلسل دیکھ ریکھ، مالش، فزیوتھراپی وغیرہ زیبا کی توجہ سے کچھ بہتر ہوا تھا۔ سہارے سے چلنے لگا۔ لیکن کام کاج کے قابل نہ تھا۔ وہ بے حد چڑچڑا بھی ہو گیا تھا۔

"کب تک ایسے رہو گی سب کی غلام بن کر، کچھ کرتی کیوں نہیں ہو۔"

سیما نے رات کے گیارہ بجے، اسے اپنے بڑے بھائی کے لیے کھانا گرم کرتے دیکھا تو رہ نہ سکی۔

اب گھر کے ہر فرد کا کام زیبا کے ذمہ تھا کیونکہ وہ سب اسے زندگی گزارنے کا ایندھن جو فراہم کر رہے تھے۔

"میں کیا کر سکتی ہوں؟ نہ پڑھی لکھی ہوں....." کہتے ہوئے اس کے دل کو کچھ ہوا..... زندگی نے قدم قدم اس کی غلطیوں کا احساس دلایا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو آ گئے۔

"تھوڑا بہت تو پڑھی ہو۔ میٹرک تو کیا ہے ٹیوشنز ہی پڑھا لو۔"

سیما اپنے لیے چائے بنا رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کون پڑھوائے گا مجھ سے؟ کیا حیثیت ہے میٹرک تک تعلیم کی؟" زیبا کے لہجے میں تلخی تھی۔ سیما کچھ سوچ رہی تھی سوچ رہی۔

زیبا نے کھانا گرم کرکے جیٹھانی کے دروازے پر دستک دی تھی۔

حاشر اور مصطفیٰ، جیٹھانی کے چھوٹے مرتضیٰ کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ مرتضیٰ کو گیند لگ گئی۔ وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر رو رہا تھا۔ انیلا، زیبا کی جیٹھانی باہر نکلی۔

"کیا ہوا ہے کیوں مارا ہے اسے..... زندگی عذاب کردی ہے ہماری، پتا نہیں کیا گناہ ہوا ہے ہم سے۔"

وہ تنگ دل عورت تھی، جو باتیں بڑوں کو نہیں بول سکتی تھی بچوں کو سنا رہی تھی۔

کل ہی اس نے اپنے شوہر سے میکے جانے کے لیے کچھ رقم کا مطالبہ کیا تھا، جو اس کے شوہر نے یہ کہہ کر کہ مراد کی بیماری اور اس کے گھر کی دیکھ بھال میں اضافی خرچا ہو رہا ہے تو کچھ دن ہاتھ روک کے رکھو۔

جیٹھانی کو غصہ تو اس بات کا تھا لیکن نکالنے کے لیے اس سے اچھا موقع نہیں ملنے والا تھا وہ آگے بڑھی۔

"..... تالی جان مارا نہیں، لگ گیا۔" مصطفیٰ توتلی زبان میں بولا تھا۔

"جھوٹ بولتے ہو بے شرم..... شرم مر گئی ہے تم لوگوں کی مفت کی روٹیاں توڑ توڑ کر۔" وہ نخوت سے بولی تھی۔

"بھابھی! آپ ہوش میں تو ہیں؟ یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں بچوں کے سامنے۔" سیما ان کی آواز سن کر برابر والے کمرے سے نکلی تھی۔

"اتنی ہی ہمدردی ہے تو، تو کیوں نہیں کھلا دیتی ان لوگوں کو؟" انیلا ایک کم ظرف، نچلے طبقے کی ان پڑھ عورت تھی۔

زیبا سن کر انجان بن رہی تھی۔

"چھوڑیں بھابھی!" سیما نے زیبا کے ہاتھ سے برتن لے کر پٹخے۔ "آئیں میرے ساتھ آؤ حاشر مصطفیٰ۔"

سیما ان سب کو لے کر اپنی امی کے کمرے میں چلی گئی۔

"میں کل زیبا بھابھی کو سلائی سینٹر لے کر جا رہی ہوں۔ وہاں سے سلائی سیکھیں گی مکمل۔ پھر خود سلائی کریں گی۔" زیبا ہکا بکا رہ گئی۔

زیبا کی ساس خاموش تھیں۔ وہ لاکھ پکی والی ساس تھیں، لیکن ظالم نہ تھیں۔

انہوں نے سیما کو سر ہلا کر اجازت دی۔

"چلیں اپنے کمرے میں، اب آپ کو کوئی فالتو کام کرتے نہ دیکھوں ـــــ اس مہینے کی فیس میں دوں گی۔" سیما نے کہا۔

سیما بہت محنتی تھی۔ وہ بی ایس کر رہی تھی پرائیویٹ کالج سے۔

اس کے لیے اپنی پڑھائی کا خرچا اٹھانا مشکل تھا۔ لیکن گھر میں زیبا کے ساتھ محض چند روپوں کی عوض ہونے والی زیادتی وہ مزید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"لیکن سیما! تم کیسے کرو گی؟"

"وہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔" سیما نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہماری زندگی ہو یا کسی اور کی، ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے، بعض دفعہ زندگی ہمیں بار بار آگاہ کر رہی ہوتی ہے کہ اب بس..... اب بس..... بس ہم سمجھنے میں دیر کر دیتے ہیں۔"

سیما بہت دن سے زیبا اور بچوں کو دیکھ دیکھ کر کڑھتی تھی وہ اپنی ماں سے بھی کہتی۔

"اور کام ہی کیا ہے اس کا، دو کام زیادہ کر لے گی تو کیا گھس جائے گی۔"

اس کی ماں بڑی بہو کی زبان سے واقف تھیں۔ سو کسی پھڈے میں نہ پڑنا چاہتی تھیں۔

پھر بڑے بیٹے کے الگ ہونے کا بھی خدشہ تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ آدھے کاروبار سے الگ ہونا۔

اور ابھی وہ اس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ گھر میں مزید چار کنوارے بچے تھے جن کی شادیاں ان کی ذمہ داری تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لیکن اس دن سیما کی سوچ الگ ہی نہج پر پہنچی تھی کہ آخر زیبا بھابھی اپنے پیروں پر کیوں نہیں کھڑی ہو سکتیں؟ بس سوچنے کی ہی تو دیر ہوتی ہے راستے تو خود ہی مل جایا کرتے ہیں!!

پھر سیما کی بدولت زیبا کی زندگی نے ایک الگ ہی رخ اختیار کیا۔

وہ اپنے خول سے نکلی اور خودساختہ مظلومیت کی چادر جو برسوں پہلے اس نے اوڑھی تھی اس میں پہلی نقب لگی۔ وہ دن رات جی جان سے سلائی سیکھ رہی تھی۔ سلائی سیکھنا زیبا کے لیے بہت آسان تھا۔ کام بھی بظاہر بہت معمولی سا تھا لیکن ہنر تھا۔

اور ہنر معمولی نہیں ہوتا، یہ اسے تب پتا لگا جب اس نے باقاعدہ سلائی شروع کی۔

آہستہ آہستہ، اس کے ہاتھ میں صفائی آتے گئی لوگ اس سے کپڑے سلوانے لگے۔ گھر والوں نے دن رات سلائی مشین کی آوازوں پر بھی اعتراض کیا تو، اس نے ایک دو کمروں کا گھر جو اس کے سسرال کے پاس ہی تھا، بڑوں کی مشاورت سے کرائے پر لے لیا۔

مراد اب جیسا کسی کے سہارے چلنے لگا تھا۔ لیکن اس نے خود پر معذور ہونے کا ٹھپہ لگا لیا تھا۔ وہ کوئی کام کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

زیبا کو اب صرف اس کی صحت کی پرواہ تھی وہ خاموش رہتی۔ اپنے کام سے کام رکھتی۔

زیبا دن رات سلائی میں جتی رہتی۔ گھر بچے سلائی ہمراد بس یہی اس کی زندگی تھی ــــ ایک چمکتی اداس صبح خوشی کا پیغام ملا...... طارق بھائی کی شادی طے ہوئی تھی۔

وہ بھی شریک ہوئی۔ سب سے خوشی سے ملی۔

”زیبا! یہ کیا ہوا تجھے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی ہے۔“

ماں نے اسے دیکھا تو اپنی حیرت نہ روک سکی۔

ماں ملنا چاہتی تھی لیکن زیبا گریزاں ہی رہتی۔

”ہاں ماں! ہڈیاں نظر آتی ہیں اس لیے تمہیں احساس ہوا، شکر ہے دل دکھائی نہیں دیتے“...... اس نے سوچا...... کہا نہیں۔

آنسو ضبط کرنے میں تو اسے ملکہ حاصل تھا۔

”میں ٹھیک ہوں امی! آپ نے بہت دن بعد دیکھا ہے ناں۔“

اس نے حاشر کو سلانے کے لیے گود میں اٹھایا۔

تاسف سے اس کو دیکھتی رہیں۔

وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں، ہنگامے رکنے کا انتظار تھا۔

لیکن زیبا دلہن کو رخصت کرواتے ہی اپنے گھر واپس آ گئی کہ مزید نہیں رک سکتی تھی۔

☆☆☆

زیبا سخت مشقت کر رہی تھی۔

وہ بچوں کی پڑھائی کے معاملے میں بھی بہت سخت تھی۔ سیما اسے دیکھتی، وہ محنت سے جی چرانے والوں میں سے نہ تھی۔

”بھابھی! ایک بات پوچھوں؟“

”کہو۔“ زیبا سیما کی پڑھائی سے لگن مستقل مزاجی اور محنتی ہونے کی گواہ بھی اور قدر دان بھی۔

سیما کو دیکھ دیکھ کر وہ نئے سرے سے خود پر افسوس کیا کرتی۔ اور پھر زیبا کو زندگی سے شناس کروانے کا جو احساس، سیما نے کیا تھا وہ اس کی زیر بار تھی۔

”آپ نے پڑھا کیوں نہیں؟ آپ تو پڑھتی تھیں۔ پھر آپ نے تعلیم مکمل کیوں نہیں کی؟“

”شعور نہیں تھا۔ کہ تعلیم کی سہولت سب کو نہیں ملتی۔“ زیبا نے آہستگی سے کہا۔

”ہاں یہ تو ہے آپ کو پتا ہے جب میں نے پڑھنا چاہا تو سب نے میرا بہت مذاق اڑایا، سب سے پہلے میری ماں نے ــــ میں نے لیکن ان کا قصور نہیں وہ جب خود نہیں پڑھیں تو انہیں کیسے علم ہوگا کہ علم کی اہمیت کیا ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ نے مجھے یہ شعور دیا ہے۔ اسی گھر اور اسی ماحول میں پلنے بڑھنے کے باوجود مجھے آگاہی حاصل ہے۔“

سیما کتنی سمجھ دار تھی، زیبا نے اسے پیار سے دیکھا۔

وہ صرف اپنے نہیں دوسروں کے دکھ بھی سمجھتی تھی۔ زیبا کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی، سیما نے اپنی ماں یا گھر میں کسی سے شکایت کی ہو کہ وہ لوگ اسے

سپورٹ نہیں کرتے۔
وہ کہتی انہوں نے اسے اجازت دے دی یہی بڑی بات ہے۔
"مجھے معلوم ہے ابا کی اتنی آمدنی نہیں کہ مہنگے کالج میں پڑھا سکیں۔ ان پر دوسری بہت سی اور بھی ذمہ داریاں ہیں۔"
لیکن وہ پرعزم رہتی کہ ایک دن اپنے خاندان کے ضرور کام آئے گی اور اپنے خاندان کی آنے والی نسلوں کے لیے تعلیم کے در وا کرے گی۔
زیبا کو اپنی ماں یاد آ گئیں اور وہی کہانی۔
اس کی ماں کتنی صابر تھیں، پوری زندگی شوہر سے صرف ایک چیز کی فرمائش کی وہ بھی اپنے لیے نہیں بیٹی کے لیے۔
زیبا کے دل کو ایک بار پھر کسی نے کچلا تھا۔ اسے ماں کی کچھ کہتی ہوئی آنکھیں یاد آئیں۔ وہ زیبا کو سنانا چاہتی تھیں معافی مانگنا چاہتی تھیں۔
حالانکہ ان کا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔ لیکن زیبا نے پھر کبھی انہیں موقع نہیں دیا۔ زیبا کے آنسو ایک بار پھر بے قابو ہو گئے تھے۔
"نہیں میں اب میں آپ کو اور ناراض نہیں کروں گی۔ میں جلد آپ سے ملوں گی۔"
اس نے بے اختیار ایک فیصلہ کیا۔ آنسو پونچھے۔
وہ کچھ ماہ پہلے ہی طارق بھائی کی شادی پر گئی تھی۔ فوراً جانا ممکن نہیں تھا لیکن وہ جلد جائے گی۔ اپنی ماں سے ملے گی، ابو سے ملے گی پہلے کی طرح۔

☆☆☆

"کیا ہوا زیبا؟ کیا ہوا؟"
صحن کے وسط میں سوتے زیبا کے ابو کی آنکھ، سسکیوں سے کھلی تھی۔ انہوں نے گردن اٹھا کر دیکھا تو برآمدے میں تخت پر زیبا، نیم دراز بے چین سی تھی اور ہچکیوں سے رو رہی تھی۔
وہ جلدی سے اس کی جانب لپکے۔ ستاروں کی چادر اب مدھم سی ہو گئی تھی۔
سفیدی اور سیاہی کے الگ ہونے میں اب بھی کچھ وقت باقی تھا۔
"کیا ہوا زیبا؟" انہوں نے اس کا سر کاندھے سے لگایا اور تھپکنے لگے۔
زیبا جو گزشتہ رات ماضی کا اذیت ناک سفر طے کر آئی تھی، سوچتے سوچتے نجانے کب جذبات بے قابو ہوئے اور وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی ہر بات سے بے نیاز۔
"ابو! مجھے معاف کر دیں۔" وہ بے ساختہ بولی تھی۔
"ابو میں نے آپ سب کا بہت دل دکھایا تھا، خاص کر امی کا، ابو میں ان سے معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن وہ ایسے ہی چلی گئیں۔"
اور ابو اپنی بیٹی کے منہ سے یہ سب سن کر حیران تھے۔ وہ ابھی تک اسی گمان میں جی رہی تھی۔
"معافی تو ہمیں مانگنا چاہیے تجھ سے، تیرا قصور اتنا بڑا تو نہ تھا اور تیری ماں تو کبھی ناراض ہی نہ تھی تجھ سے۔" وہ بھرائی آواز میں بولے۔
دور ہونے کی وجہ سے کبھی زیبا سے کھل کر بات نہیں کر پائے۔
وہ زیبا کے گریز کو اس کی مصروفیت اور شادی شدہ زندگی کے جھمیلے سمجھتے لیکن۔ انہیں افسوس ہوا۔
"زیبا! میری جان میری بیٹی....." انہوں نے پیار سے پکارا "بھول جاؤ سب، اب تو بہت وقت بیت گیا..... میری یادداشت تو بہت کمزور ہو گئی ہے، کچھ بھی یاد نہیں۔
تمہاری ماں نے تمہیں اسی وقت معاف کر دیا تھا، وہ تو بہت اعلا ظرف عورت تھی اسی لیے پہلے ہی چلی گئی، وہ تو کہتی تھی کہ کبھی اپنی خواہش کا بوجھ کسی دوسرے پر نہیں ڈالنا چاہیے، چاہے وہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔"
آج ابو نے کتنے عرصے بعد زیبا سے یوں بات کی تھی۔ وہ اب خاموشی سے سن رہی تھی۔
"زیبا تمہاری ماں جب طارق کی شادی پر تم

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے ملی تھی، تب سے اسے یہ احساس کھائے جا رہا تھا کہ ہم نے تیرے ساتھ بہت زیادتی کر دی، وہ بار بار مجھ سے کہتی کہ زیبا خوش نہیں ہے، زیبا ٹھیک نہیں ہے۔"

ماں کے اپنے لیے یہ لفظ سن زیبا کا دل ایک بار پھر کٹنے لگا۔

"میں کہتا تیرا وہم ہے وہ ٹھیک ہے، مراد کی مجبوری کی وجہ سے پریشان ضرور ہے ویسے ٹھیک ہی ہے لیکن وہ ٹھیک کہہ رہی تھی، ماں تھی نا، میں ہی نہیں سمجھا۔

طارق اور اس کی بیوی سعودیہ چلے گئے تو وہ بالکل ہی اکیلی ہو گئی، دو ماہ بعد اسے انجائنا کا اٹیک ہوا، میں تجھے فون کرنے والا تھا اس نے منع کیا کہ تم بلا وجہ پریشان ہو گی ان کی بات ٹھیک تھی میں رک گیا۔

کاش فون کر دیتا، اس بہانے تم دونوں کی ملاقات ہو جاتی۔" وہ ایک توقف کے بعد بولے تھے۔

"ابو! میں نے بھی طارق بھائی کی شادی کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ یہاں آؤں گی، آپ دونوں سے معافی مانگوں گی، لیکن مجھے دیر ہو گئی، ابو میں بہت بدقسمت ہوں بہت....." وہ پھر رونے لگی تھی۔

"نہیں ایسے نہیں کہتے تیری ماں کو تکلیف ہو گی، اگر تو واقعی اپنی ماں سے پیار کرتی ہے تو بھول جا سب کچھ، نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کر، وہ بھی یہی چاہتی تھی۔" انہوں نے پیار سے اسے سمجھایا۔

ساتھ ہی اذانوں کی آواز گونجی تھی۔

"ابو! نماز پڑھ لیں پھر میں چائے بناتی ہوں۔" زیبا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"ہاں نماز ادا کرتے ہیں، اپنی امی کے لیے دعا کرنا، پھر میں چائے بناتا ہوں اپنی بیٹی کے لیے اور حلوہ پوری لاتا ہوں مسجد سے آتے ہوئے۔" انہوں نے زیبا سے کہا۔

"جی ابو۔" زیبا کی آنکھیں بار بار بھیگتی تھیں۔

اس محبت، اس مان کی عادت ہی کہاں رہی تھی۔

☆☆☆

پورے ہفتے زیبا وہاں رہی، ابو بھی اکیلے ہو گئے تھے۔ زیبا نے کہا کہ وہ ان کے ساتھ چلیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔

"میں جلد آؤں گی ابو!" زیبا نے ان سے وعدہ کیا تھا۔

ننھے حاشر اور مصطفیٰ بھی اپنے نانا ابو سے دور جانے پر اداس تھے۔

"اپنا خیال رکھنا زیبا، بچوں کا بھی اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک بول دینا۔" انہوں نے دست شفقت سے اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

زیبا مسکرائی۔

"ابو، جو چیز مجھے اس گھر سے، آپ سے چاہیے تھی وہ تھا آپ کا پیار، آپ کا ساتھ۔ وہ مجھے مل گیا ہے، میں تو ویسے ہی بہت بہادر ہو گئی تھی۔ آپ کا ساتھ ملنے سے اور ہو جاؤں گی۔"

زیبا نے مسکرا کر سوچا کہا نہیں۔

کل کی نادان، خوابوں میں رہنے والی بے وقوف زیبا آج ایک سمجھ دار، مضبوط عورت تھی۔

برسوں سے وہ زندہ نہیں تھی صرف سانس لے رہی تھی۔ لیکن اب اس نے دل میں بہت سے ارادے بنائے ہوئے تھے۔

سیما نے اس سے کہا تھا آپ اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کریں، پڑھنے کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ اس وقت اس نے ہنس کر ٹال دیا تھا۔

لیکن اب اس نے دوبارہ تعلیمی سلسلہ شروع کرنے کا سوچا تھا۔

کچھ نہیں کم از کم اپنی ماں کی یہ خواہش ضرور پوری کرے گی۔ اب اس نے سوچ لیا تھا۔

"وہ زندگی جیے گی ایسے جیسے اس پر فرض تھا، ایسے جیسے زندگی کا حق ہے کہ اسے جیا جائے۔"

☆☆

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM